حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ
سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند

عقیدۂ حیات و نزول عیسیٰ ابن مریمؑ

قرآن و سنت کی روشنی میں

قادیان کے خود ساختہ مسیح موعود کے دجل و تلبیس کا محاسبہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کو اٹھایا جانا اور اس وقت زندہ ہونا اور آخری زمانے میں زمین پر نزول فرمانا۔ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تقریباً چودہ سو سال سے لے کر اب تک اسلام کے تمام فرقے اسی پر متفق چلے آتے ہیں۔ اور اسلامی فرقوں میں اس عقیدے کے متعلق کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا حالانکہ دیگر بیسیوں اعتقادی مسائل میں اختلاف موجود رہا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو اس قدر واضح اور صاف کیا گیا ہے کہ جس کو اسلام کے ساتھ معمولی تعلق بھی ہو وہ اس مسئلہ میں اختلاف کا روادار نہیں۔ اور اسلام اور مسئلہ حیات و نزول مسیح علیہ السلام کو لازم و ملزوم سمجھتے رہے ہیں۔ اور یہ کہ تسلیم اسلام کے ساتھ اس مسئلہ کا انکار قطعاً جمع نہیں ہو سکتا۔
تفسیر بحر المحیط ج ۲ ص ۴۷۳ میں امام ابن عطیہ سے اجماع کے الفاظ منقول ہیں۔

حَیَاتُ الْمَسِیْحِ بِجِسْمِہٖ اِلَی الْیَوْمِ وَنُزُوْلُہٗ مِنَ السَّمَاءِ بِجِسْمِہٖ الْعُنْصُرِیِّ مِمَّا اَجْمَعَ عَلَیْہِ الْاُمَّۃُ وَتَوَاتَرَ بِہِ الْاَحَادِیْثُ۔	حضرت مسیح علیہ السلام کا جسم کے ساتھ اس وقت تک زندہ ہونا اور جسم عنصری کیساتھ آسمان سے اتر کر آنا ایسا عقیدہ ہے جس پر پوری امت کا اتفاق ہے اور پیغمبرؐ کی متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

تفسیر جامع البیان میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے تحت تفسیر وجیز سے نقل کیا گیا ہے۔

وَالْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّہٗ حَیٌّ فِی السَّمَاءِ سَیَنْزِلُ یَقْتُلُ الدَّجَّالَ	اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، اتریں گے، دجال کو قتل

وَيُؤَيِّدُ الدِّيْنَ ۔	کریں گے اور دین اسلام کو مضبوط کریں گے ۔

اسی طرح امام شوکانی کے رسالہ التَّوضِيحُ فِيمَا تَوَاتَرَ فِي الْمُنْتَظَرِ وَالدَّجَّالِ وَالْمَسِيحِ اور امام سیوطی کے اَلْاِعْلَامُ بِحُكْمِ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔ میں تواتر اور اجماع مذکور ہے ۔
مسیح الکرامۃ صفحہ ۴۳۲ میں امام شوکانی کی انتیس ۲۹ احادیث درباره نزول عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے بعد تواتر اور اجماع کا ذکر کیا گیا ہے ۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر کتاب الطلاق میں لکھا ہے ؛ اَلْاِجْمَاعُ عَلٰى اَنَّهُ رُفِعَ بِبَدَنِهٖ حَيًّا ۔ کہ اس پر اجماع ہے کہ وہ بدن کے ساتھ زندہ اٹھائے گئے ہیں ۔ اسی طرح فتح الباری میں ذکر ادریسؑ کے سلسلہ میں حضرت مسیحؑ کے نزول پر اجماع منقول ہے ۔ اسی طرح تفسیر ابن کثیر میں تواتر نزول کی صراحت کی گئی ہے ۔ اسی طرح :۔

۱۔ مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ ہونے اور دوبارہ آنے کی تصریح کی ہے ۔ اور یہ کتاب اس کے اقرار کے مطابق اس وقت لکھی گئی تھی کہ وہ بزعم خود نبی تھا ۔
(دیکھو ایام الصلح صفحہ ۷۵)

۲۔ مرزا غلام احمد براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۵ میں وان عدتم عدنا ۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس میں مسیح کے جلالی طور پر آنے کا اشارہ ہے ۔ اگر نرمی قبول نہ کرو گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب مسیح علیہ السلام جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے ۔ اور جلال الٰہی گمراہی کو نیست و نابود کر دے گا ۔ میرا زمانہ اس زمانہ کے لئے بطور ارہاص واقعہ ہوا ہے ۔

۳۔ مرزا غلام احمد هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ کی تفسیر براہین صفحہ ۴۹۹ میں یوں ذکر کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا ۔

۴۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۵ پر مرزا غلام احمد لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عمر کو قتل سے منع کیا ، اور فرمایا اگر یہی دجال ہے تو اس کا صاحب عیسیٰ بن مریم ہے ، جو اس کو قتل کرے گا ہم اسے قتل نہیں کر سکتے ۔

حیات ونزول مسیح کے مسئلہ پر ہم مختصراً قرآنی ، حدیثی ، تاریخی ، اور عقلی حیثیت سے روشنی ڈالیں گے ، اجماعی حیثیت سے ہم نے مسئلہ پر روشنی ڈال دی ہے ۔

حیات مسیح علیہ السلام قرآنی روشنی میں | ۱۔ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ط (آل عمران آیۃ ۵۴) یہود نے حضرت مسیح کے خلاف تدبیر کی اور اللہ

نے ان کو بچانے کی تدبیر کی۔ اللہ کی تدبیر سب تدبیر کرنے والوں کی تدبیر سے بہتر ہے۔ مرزا صاحب نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا۔ یہودیوں نے حضرت مسیح کے لئے قتل و صلیب کا حیلہ سوچا تھا خدا نے مسیح کو وعدہ دیا اور کہا کہ تیرا اپنی طرف رفع کروں گا۔ (اربعین جلد ۳ صفحہ ۱) پھر آئینۂ کمالات صفحہ ۴۱ و صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ وعدے کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے۔ پھر مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں کہ پھر بعد اس کے ان کے (یہود) کے حوالے کیا گیا۔ تازیانے لگائے گئے۔ گالیاں سننا، طمانچے کھانا، ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑائے جانا اس نے دیکھا۔ آخر صلیب پر چڑھا دیا۔ آیت مذکورہ کی مرزائی تفسیر نہ صرف یہ کہ بے دلیل اور تحریف ہے، خود ایک عظیم بہتان اور ذات خداوندی کی شان کے بھی خلاف ہے۔ بقول مرزا یہود نے حضرت مسیح کے خلاف تدبیر کی اور اللہ نے بچانے کی۔ پھر یہود نے اس کو تازیانے بھی لگائے گالیاں بھی دیں، ٹھٹھا اور تمسخر بھی اڑایا، سولی پر بھی چڑھایا۔ پھر بھی قرآن نے یہ کہا کہ اللہ خیر الماکرین ہے اور اس کی تدبیر بہتر و کامیاب رہی۔ اگر مرزائی تحریف کے اس خود ساختہ شوشے کو بھی مان لیا جائے کہ سولی پر اتارنے سے یہود نے اس کو مردہ سمجھا لیکن ابھی کی آخری رمق باقی تھی اور علاج سے اچھے ہوئے پھر کشمیر جا کر بہت مدت کے بعد طبعی موت سے مر گئے، تو بھی موت کے وقوع کی راہ میں یہود کی غلط فہمی آڑے آگئی۔ نہ کوئی خرق عادت کارنامہ آیت مذکورہ کی مدح اللہ کی حفاظتی تدبیر کا یہودی تدبیر سے موازنہ کر کے اللہ کی تدبیر کی پوری کامیابی اور عظمت کا بیان کرنا مقصود ہے، لیکن مرزائی تفسیر کے تحت اس وعدہ الٰہی کے باوجود یہود نامسعود حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ سب کچھ کر چکے۔ لیکن پھر بھی بقول مرزا تدبیر اور وعدہ الٰہی بلند اور کامیاب رہا۔ اس طرح مرزا نے حضرت مسیح اور خدائے قرآن دونوں کی یہود کے مقابلے میں توہین اور تذلیل کی۔ اگر دماغ میں کجی اور الحاد نہ ہو تو آیت کا مطلب صاف ہے کہ یہود نے حضرت مسیح کے خلاف تدبیر کی کہ ان کو بے عزت کر کے سولی پر چڑھا دیا جائے، لیکن اللہ کی تدبیر بچانے کی تھی، لہٰذا اللہ کی تدبیر غالب رہی کہ اللہ نے اس کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور یہود اس کا بال تک بیکا نہ کر سکے۔ تقریباً چودہ سو سال سے قرآنی علوم کے ماہرین صحابہ و تابعین وغیرہ نے یہی مطلب سمجھا لیکن چودھویں صدی میں مسیحیت کی دوکان چلانے والے نے یہ نامعقول مطلب تراشا۔

۲۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ — جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں ہے لوں
مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ — گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا تجھ کو اپنی طرف اور

اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ط (آل عمران: ۵۵)	پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف تم سب کو آنا ہے۔ پھر میں فیصلہ کر دوں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

توفّی کے متعلق کلیات ابی البقاء میں ہے۔

اَلتَّوَفِّيْ الْاِمَاتَةُ وَقَبْضُ الرُّوْحِ وَعَلَيْهِ اسْتِعْمَالُ الْعَامَّةِ وَالْاِسْتِيْفَاءُ وَاَخْذُ الْحَقِّ وَعَلَيْهِ اسْتِعْمَالُ الْبُلَغَاءِ۔	یعنی توفّی کا لفظ عوام کے ہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے معنی پورا وصال کرنا اور ٹھیک لینا ہے۔

گویا ان کے نزدیک موت پر توفّی کا اطلاق اس حیثیت سے ہے کہ اس میں کسی خاص عضو سے نہیں بلکہ پورے بدن سے جان لی جاتی ہے۔ تو اگر خدا نے کسی کی جان بدن سمیت لی تو اس پر توفّی کا اطلاق بطریق اولیٰ ہوگا۔ اور روح مع البدن لینا توفّی کے مفہوم میں داخل ہے۔ عام طور پہ چونکہ روح بدن کے بغیر لی جاتی ہے۔ اس لئے موت پہ توفّی کا اطلاق کثرت سے آیا اور یہاں یہ راز ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حالت چونکہ عام حالات سے مختلف تھی اس لئے اہم ترین ضرورت کے موقع پر بھی اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق موت کا اطلاق نہیں کیا بلکہ توفّی کا کیا جو قبض روح اور قبض روح مع البدن دونوں کو شامل ہے۔ یہ غلط ہے کہ فاعل اگر خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو۔ تو توفّی موت کے معنی میں ہوگا۔ بالفرض اگر موت کے معنی میں ہو تو ضحاک شاگرد ابن عباس نے معالم میں تقدم و تاخیر کا قول نقل کیا ہے۔ یعنی متوفیک، میں تم کو موت دوں گا زمین پر اتارنے کے بعد۔ کی دلیل یہ ہے کہ سورۃ زمر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔ ط۔ یہاں فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہے۔ پھر بھی نیند کی حالت کے متعلق فرمایا کہ اللہ جان لیتا ہے موت کے وقت اور وہ جان بھی لیتا ہے، جو نیند کی حالت میں مری نہیں۔ یہاں نیند پر توفّی کا اطلاق آیا اور توفّی کو عدم موت کے ساتھ جمع کیا۔ اس حقیقت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے متعلق توفی کے لفظ میں موت کا معنی مراد نہیں بلکہ اٹھا لینے کا معنی مراد ہے ۔ اور یہی معنی ابن عباس کا صحیح قول ہے ، جو روح المعانی میں مذکور ہے اور مناسب حال عیسیٰ علیہ السلام بھی ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی محاصرہ کے وقت جو پریشانی لاحق تھی وہ مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے تھی ۔

۱ ۔ کہ میں یہود کی دست برد اور جور و ستم سے بچ جاؤں گا یا نہیں ۔ اس کے جواب میں یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ۔ میں تم کو لے لوں گا ، اور دست برد سے بچا لوں گا جیسے وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ ط میں بنی اسرائیل کو تم تک پہنچنے سے روکوں گا ۔

۲ ۔ دوسری یہ تشویش تھی کہ میرا بچانا زمین کے کسی حصہ میں ہوگا کہ ان کو میری طرف پہنچنے نہ دیا جائے گا ، یا اور کوئی صورت ہوگی ۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تجھ کو اپنی طرف آسمان پر اٹھالوں گا

۳ ۔ اپنی والدہ اور خاندان کے حال سے متشوش تھے کہ وہ ان پر داغ لگاتے تھے ۔ اس کے متعلق کیا انتظام ہوگا ۔ ؟ اس کے متعلق فرمایا ؛ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ میں منکروں سے تم کو اور تمہاری والدہ کو پاک کر دوں گا ۔ چنانچہ اس کا انتظام قرآن اور خاتم الانبیاء علیہ السلام کی زبان سے کیا گیا کہ آپ اور آپکی والدہ کی زندگی بے داغ ہے ۔

۴ ۔ کہ میرے اٹھائے جانے کے بعد میری اُمت یا متبعین کا ان منکروں کے مقابلہ میں کیا حال ہوگا تو فرمایا : وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ کہ تیرے تابع تیرے منکروں پر غالب ہوں گے ۔ یہ وعدہ آج بھی ایک حقیقت ہے ۔ اسرائیل کا وجود اس وعدے پر اثر انداز نہیں کہ خود قرآن نے یہود کی ذلت اور مسکنت میں دو استثنائی صورتیں بیان کی ہیں ۔ ایک یہ کہ یہود اسلام لا کر اسلام کی پناہ میں آجائیں ۔ دوم یہ کہ کسی قوم عیسائی کی پناہ میں آجائے ۔ الا بحبل من اللہ وحبل من الناس ط یعنی ذلت اور مسکنت کی دو صورتیں مستثنائی ہیں ، اسلام لا کر اللہ کی پناہ میں آجانا یا عیسائی قوم کی پناہ میں آنا ۔ اسرائیل برطانیہ ، امریکہ اور عیسائی اقوام کی پناہ کی وجہ سے موجود ہے ۔ جس کا استثناء خود قرآن نے کیا ہے ۔ یہود کی قوت اور اقتدار عیسائیوں کے سہارے قائم ہے ۔ لیکن مسلمانوں کا اقتدار عیسائیوں کے سہارے کا محتاج نہیں ۔ خواہ امریکہ ہو یا روس ۔ بلکہ خود آپس میں متحد ہو کر سامان قوت کی فراہمی کا محتاج ہے ۔ کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ط کے تحت نوے کروڑ مسلمان ایک منظم بلاک بن جائے اور واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ۔ کے تحت سامان قوت کی تیاری میں لگ جائے اور اپنی خداداد مشترک دولت اس میں صرف کر دے تو مستقل عزت مسلمانوں کے لئے

باقی صــ۳۹ــ پر